کتاب نما

Islam and Politics: Emergence of Reformative Movement in Indonesia [اسلام اور سیاسیات: انڈونیشیا میں تحریکِ اصلاح کا ظہور]، سوہیرین محمد صالحین۔ ناشر: انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی ملایشیا۔ صفحات: ۳۰۳، قیمت: ندارد۔

انڈونیشیا، دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست (آبادی: ۲۰ کروڑ) اور کئی لحاظ سے ایک منفرد ملک ہے۔ یہ ۱۳ ہزار ۶ سو ۷۷ جزائر پر مشتمل ہے جن میں سے ۶ ہزار جزائر میں ۳۰۰ مختلف نسلی گروہ آباد ہیں، جو ۲۰۰ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ اس طرح یہ ملک دنیا میں سب سے زیادہ ثقافتی اور تہذیبی بوقلمونی کا آئینہ دار ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہاں علاقائی اور نسلی انتشار اور بغاوت کی کیفیت، ایک نہ ختم ہونے والی داستان ہے۔

انڈونیشیا پر ۱۹ویں صدی میں ولندیزی استعمار نے قبضہ جمایا۔ دوسری جنگِ عظیم میں جاپانی آئے، اور اُن کے بعد آزادی کی تحریک میں تیزی آئی، جو بالآخر احمد سوئیکارنو کی قیادت میں کامیاب ہوئی، اور ۱۹۴۵ء میں انڈونیشیا ایک آزاد ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ سوئیکارنو نے 'پنچ شیلا' کے عنوان سے حکمرانی کے پانچ بنیادی اصولوں کا اعلان کیا، جو ملک کے آئین کے رہنما اُصول قرار پائے: اللہ پر یقین، انسان دوستی، شورائیت کے ذریعے جمہوریت، قومی یک جہتی اور سماجی انصاف۔ اشتراکیوں کے لیے اُن کے دل میں نرم گوشہ تھا، کیونکہ سامراج کے خلاف جدوجہد میں ان کا بھی ہاتھ تھا۔ خیال ہے کہ امریکی سازش ہی کے ذریعے سوئیکارنو کا تختہ اُلٹ کر فوج کی مدد سے سوہارتو برسرِ اقتدار آئے اور 'آئینِ نو' (New Order) کے ذریعے معیشت پر حکومتی کنٹرول کو کم کر کے کاروباری طبقے کو زیادہ آزادی اور مراعات دیں۔ شروع میں اشتراکیت مخالف نوجوانوں نے سوہارتو کو خوش آمدید کہا، تاہم اُن کے ۳ بیٹوں اور خاندان کے

افراد نے مالی منفعت کے اشتغال میں خوب ہاتھ رنگے اور ان کے خلاف تحریکیں شروع ہوگئیں۔

اس پس منظر میں انڈونیشیا میں 'اصلاحات' کی وہ تحریک شروع ہوئی جس کے سربراہ امین رئیس نے سماجی، سیاسی اصلاحات کے لیے 'محمدیہ' کی بنیاد رکھی۔ اور 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' کے تحت 'دعوہ' کا کام شروع کیا۔ اُن کے نزدیک یہ محض زبانی دعوت و نصیحت کا کام نہیں تھا، بلکہ یہ ایک عملی تحریک تھی حکومت کی پالیسیوں کو تبدیل کرنے کی۔ اُن کے خیال میں دانش ور، ارکانِ پارلیمان اور مسلم نوجوانوں کے درمیان مکالمے کے ذریعے ہی تبدیلی کی راہ ہموار ہوسکتی تھی۔

امین رئیس، خود بھی ایک دانش ور، اہلِ قلم اور ایک بڑے قائد تھے۔ مولانا مودودیؒ کی طرح انھوں نے اعلان کیا کہ اسلام صرف عبادات اور رسومات کا مجموعہ نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس میں سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لینا بھی شامل ہے۔ گاجامادو یونی ورسٹی میں ملازمت کے دوران انھوں نے نوجوانوں اور اساتذہ کو جمع کر کے 'صلاح الدین اسلامک فورم' کی بنیاد رکھی، اور سوہارتو کے ہاتھوں ملک میں 'جدیدیت' اور مغربی فکر کی ترویج پر علمی انداز میں بھرپور تنقید کی۔ انھوں نے روایتی علما پر بھی تنقید کی، جو دین کو لے کر عصری تقاضوں سے نمٹنے میں ناکام رہے ہیں۔ ان کے خیال میں تبدیلی کا راستہ، تعلیم و تلقین ہے نہ کہ تشدد اور زبردستی سے۔ انھوں نے کہا کہ سوہارتو کے عہد میں مسلمانوں کو دھکیل کر کونے میں پہنچا دیا گیا ہے اور ضرورت انھیں اسٹیج پر لانے کی ہے۔

۱۹۹۰ء میں بی جے حبیبی نے انڈونیشیا کے مسلم دانش وروں کی جماعت بنائی، جس میں امین رئیس کا بھی ہاتھ تھا، تاہم کچھ عرصے بعد انھوں نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ انڈونیشیا میں تحریکِ اصلاح کی یہ داستان طویل ہے۔ سوہارتو کی حکمرانی کے ۳۰ سال میں بظاہر جمہوریت کا دور دورہ تھا لیکن کچھ اصلاحات کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں، دونوں کو راضی کرنے کے باوجود، ناراض کیا۔ اپنی آخری کابینہ میں انھوں نے مسلمان وزرا کی تعداد بڑھا دی تھی، شریعت کے اصولوں پر معیشت کو استوار کرنے، جوئے اور لاٹری پر پابندی، لڑکیوں کو اسکول میں اسکارف پہننے کی آزادی، اسلامی عدالتِ انصاف کے قیام اور ایسے بہت سے کاموں سے عیسائی زیادہ ناراض ہوئے اور مغرب کو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ شاید وہ ملک کو 'اسلامیانے' جا رہے ہیں۔

اسلامی تحریک بہرحال اس سارے گرم وسرد میں اپنا کام کرتی رہی۔ سوہارتو کے سقوط کے بعد حبیبی نے اقتدار سنبھالا۔ مگر وہ ایک کمزور حکمران تھے۔ ان کے بعد میگاوتی کے مقابلے میں غوث دُر (Gus Dur) نے بحیثیت صدر انتخاب کو 'محمدیہ' اور 'نہضت العلما' ـــــ یعنی اسلامی قوتوں اور امین رئیس کی فتح قرار دیا تھا، تاہم وہ بھی اس وسیع البنیاد کرپشن کو ختم کرنے میں ناکام رہے، جو انڈونیشیا کے رگ وریشے میں سرایت کر گیا تھا۔ میگاوتی کی صدارت کے لیے راستہ صاف ہوگیا تھا۔ اس خاتون نے فوج، علما، اسلامی اور عیسائی، تمام قابلِ ذکر عناصر اور قوتوں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ انڈونیشیا میں فوج ہی ایک فیصلہ کُن قوت ہے۔

جیسا کہ پیش لفظ میں پروفیسر الفتح عبدالسلام کہتے ہیں: یہ معلوماتی کتاب انڈونیشیا کے دانش وروں، سیاست دانوں اور نوجوان طلبہ کے لیے خصوصاً مفید ثابت ہوگی کہ یہی سوہارتو کی حکومت کا تختہ اُلٹنے اور ملک کی سیاست میں ایک اہم عامل رہے، مگر مطلوبہ اہداف حاصل نہیں کرسکے ہیں۔ مصنف کا بھی خیال ہے کہ انڈونیشیا میں اصلاح کی تحریک مزعومہ نتائج پیدا نہیں کرسکی۔

اس مختصر کتاب میں استعمار سے 'آزادی' کے بعد انڈونیشیا جیسے بڑے ملک میں جمہوریت، اصلاحِ معاشرہ اور سیاسی عمل کے ذریعے اسلامی اقدار کے احیا کی کوششوں کے جائزے میں اُن تحریکوں کے لیے بھی سبق ہیں، جو انھی اہداف کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ ساری دنیا میں اصلاح، تبدیلی اور انقلاب کے خواب دیکھنے والوں کے لیے ایک اہم 'مسلم ملک' میں ناکامیوں کی اس داستان کا مطالعہ مفید ہی ہوسکتا ہے۔ (پروفیسر عبدالقدیر سلیم)

آزادی کی قومی تحریک: تحقیق و تجزیہ، ڈاکٹر معین الدین عقیل۔ ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۲۳۷۵۰۰-۰۴۲۔ صفحات مجلد: ۱۵۶۔ قیمت: ۱۶۵ روپے۔

پاکستان میں عمومی طور پر تاریخ کے مطالعے اور جغرافیے کے فہم کی بنیادیں بے توجہی کا شکار ہیں۔ باوجودیکہ مطالعہ پاکستان ڈگری کلاسوں تک کے طلبہ وطالبات کو ایک لازمی مضمون کے

طور پر پڑھایا جاتا ہے، لیکن بے کیف، غیر مربوط، بلکہ تکرار پر مبنی متن کی وجہ یہ مضمون خصوصاً اس میں شامل تحریکِ آزادی کا باب، طالب علموں کی دل چسپی کا باعث نہیں بن سکا، جسے بدقسمتی کے سوا کیا کہا جائے؟

ممتاز محقق اور دانش ور ڈاکٹر معین الدین عقیل کی زیرتبصرہ کتاب اس کمی کو دُور کرنے کی سمت میں ایک بامعنی کاوش ہے۔ یہ ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے، اور زیربحث موضوع پر حقائق و معارف کو اختصار، جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ بلامبالغہ یہ کتاب: ''ہماری قومی تاریخ [تحریکِ آزادی] کے قریب قریب، تمام اہم محرکات، عوامل اور مراحل کا احاطہ'' (ص ۷) کرتی ہے۔

مصنف نے آغاز ہی میں مغربی توسیع پسندی کے حوالے سے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ: ''اس میں اہم محرک ہسپانوی عیسائیوں کا وہ مذہبی جنون بھی تھا، جو اسلامی حکومتوں کو اندلس میں ختم کردینے کے بعد افریقہ کے شمالی کناروں پر موراور بربر [مسلمانوں] پر اپنا جوش انتقام صرف کرنا چاہتا تھا۔ مشرق کے لیے ان کی مہمیں صلیبی جنگوں کو ایک دوسرے انداز سے جاری رکھنے کا ذریعہ تھیں'' (ص ۹)۔ اس پس منظر کو اُجاگر کرنے کے بعد مصنف نے برطانوی سامراج کی چیرہ دستیوں اور مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے مراحل کو رواں نثر اور مربوط انداز سے پیش کیا ہے۔

اس جدوجہدِ آزادی میں تحریکِ خلافت کو ایک اہم مقام حاصل تھا جس کے مرکزی کرداروں کے بارے میں لکھتے ہیں: ''علی برادران [مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی]..... ابتداً کانگریس اور گاندھی کے وفادار رہے، مگر آہستہ آہستہ ان کی آنکھوں سے پردے اٹھتے گئے'' (ص ۸۱)۔ ہندو کی نسل پرستانہ مذہبیت اور سماجی زندگی میں تنگ نظری نے رفتہ رفتہ ہندی مسلمانوں کے سوادِاعظم کو اس راہ پر پختہ تر کردیا کہ وہ جمہوریت کے نام پر ہندو اکثریت کی غلامی کی زنجیروں کو قبول نہیں کریں گے۔ بعدازاں علامہ محمد اقبال کے تصورِ پاکستان اور قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں آزادی کی جدوجہد تحریکِ پاکستان کا عنوان اور تخلیقِ پاکستان کا ذریعہ بنی۔

یہ کتاب اپنے دل چسپ اسلوب، مصدقہ حقائق اور معلومات افزا ذخیرے کے ساتھ اپنے موضوع پر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ (سلیم منصور خالد)

لکھنؤ کے ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر (۱۸۵۷ء-۱۹۴۷ء) ڈاکٹر سید عبدالباری۔ ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ صفحات: ۳۱۵۔ قیمت: ۲۵۰ روپے (بھارتی)۔

ثقافتی و معاشرتی تناظر میں ادب کا مطالعہ تنقید میں بڑا اہم موضوع ہے۔ ادب جہاں معاشرت و ثقافت کو متاثر کرتا ہے، وہاں ان سے خود بھی متاثر ہوتا ہے۔ زندگی کی اقدار تبدیل ہوتی ہیں تو ادب میں بھی اس کی جھلک نظر آنی شروع ہوجاتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالباری نے معاشرتی و ثقافتی پس منظر میں لکھنوی ادب کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ادب کا مطالعہ کرتے ہوئے انھوں نے قبل ازیں ''لکھنؤ کا ادب عہد نوابین اودھ کے ثقافتی تناظر میں'' کا مطالعہ پیش کیا۔

۱۸۵۷ء کا سال برعظیم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے جس نے ادب و زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا۔ چنانچہ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالباری نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے ادب پر ثقافتی و معاشرتی اثرات کا الگ سے جائزہ لیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالباری بتاتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء تک کے ادب پر قدیم لکھنؤ کی ثقافت و معاشرت کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔ اصنافِ نظم و نثر میں روایتی لکھنوی انداز موجود ہے۔ داستان اور ڈرامے کو خاص مقبولیت حاصل تھی۔ مثنوی نگاری نے اس عہد کے اخلاقی انحطاط کا بھرپور عکس پیش کیا ہے۔ ریختی اور واسوخت جیسی اصناف اظہارِ خیال کا وسیلہ تھیں۔ قدیم تہذیب سے وابستگی کا رجحان ان کے ہاں بطور خاص ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالباری بتاتے ہیں کہ ۲۰ویں صدی کے آغاز میں اس جمود میں یکا یک ایک لہر اُٹھی اور اس نے نئے سماجی و سیاسی رجحانات کو قبول کرنا شروع کردیا۔ اخلاقی اور روحانی نشاتِ ثانیہ کا احیا ہوا، چنانچہ اس عہد کے ادب میں غیرمعمولی قوتِ نمو اور نشوونما کی صلاحیت نظر آتی ہے۔ اُردو ادب نے خاص طور پر تحریکِ آزادی کی راہ ہموار کرنے میں مدد کی۔

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد نے ڈاکٹر عبدالباری کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے مصنف کی

تنقیدی بصیرت کی تحسین کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ادب کے عمرانی وثقافتی مطالعے کی راہ آسان کرتی ہے اور ڈاکٹر عبدالباری کا یہ کارنامہ زندگی اور ادب کے مربوط رشتے کو سمجھنے میں تحقیق وتنقید کے نئے دَوَر اکرتا ہے۔ کتاب کا معیار طباعت واشاعت اطمینان بخش ہے۔ (محمد ایوب لِلّٰہ)

جہات الاسلام (شش ماہی مجلہ)، مدیر اعلیٰ: ثمر فاطمہ مسعود، مدیر: محمد ارشد، ناشر: کلیہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، نیوکیمپس، لاہور۔ صفحات اول: ۲۵۲، شمارہ دوم: ۲۴۰۔ قیمت فی شمارہ: ۱۰۰ روپے

معیاری یونی ورسٹیوں کی پہچان کا ایک حوالہ اساتذہ کا علمی مقام اور تحقیقی ذوق ہے، تو دوسری جانب بلند پایہ مقالات کی اشاعت کا ذریعہ بننے والے باقاعدہ تحقیقی مجلّے ہیں۔ اقربانوازی اور تساہل پسندی نے جامعات کی اس روایت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ انحطاط کی یہ پرچھائیاں ان اداروں کی کثرت، پرشکوہ عمارتوں اور اساتذہ پر اپنا سایہ ڈالتی نظر آتی ہیں۔ اس تناظر میں اگر کسی یونی ورسٹی سے بالخصوص ادب یا سماجی علوم پر کوئی معیاری مجلہ نظرنواز ہوتا ہے تو مسرت، امید اور ولولہ تازہ کی لہر کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انھی جذبات و احساسات کی گواہی زیرتعارف تحقیقی مجلہ جہات الاسلام پیش کرتا ہے، جسے نوجوان محقق ڈاکٹر محمد ارشد نے علمی و جمالیاتی ذوق اور پیش کاری و باقاعدگی کے سلیقے کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

مدیرہ اعلیٰ نے افتتاحی شذرے میں لکھا ہے: ''مجلّے کے اس نام کے پس منظر میں یقیناً راکینِ مجلس کی یہ فکر اور سوچ شامل ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے'' (ص ۷) اور اس سوچ کی جھلک ان دونوں شماروں کے مقالات میں دیکھی جاسکتی ہے۔ شمارہ اول کے مقالات میں: 'محمد بن علی السنوسی کی تجدیدی تحریک' از خالد محمود ترمذی، 'عہد نبویؐ میں حکمرانی پر ایک نظر' از نثار احمد، اقبال کا تصورِ اجتہاد، تنقیدی مطالعہ از وحید عشرت، بین الجہاد والارہاب فی العصر الحدیث از ابراہیم محمد، 'خطباتِ اقبال کا تنقیدی مطالعہ' از برہان احمد فاروقی، شمارہ دوم میں الاشتباہ والنظائر فی القرآن: تنقیدی جائزہ، سید رضوان علی ندوی، النقد الکلامی للاناجیل، عبدالحکیم فرحات، شوریٰ کا ادارہ، ابتدائی فقہا کی نظر میں از محمد یوسف فاروقی، 'احیا اصلاح اور اسلام کا ملّی تصور، جنوبی ایشیا میں' از عبدالرشید متین، 'اسلام اور مغرب' از عبدالقدیر سلیم، 'مسلم بنگال کی

تعمیرات میں فن خوش نویسی کا تجزیہ، محمد یوسف صدیق، وغیرہ دل چسپ اور معلومات افزا مقالات ہیں۔

مجلّے کے مضامین اُردو، عربی اور انگریزی میں ہیں۔ مجلس ادارت اس معیاری مجلّے کی اشاعت پر مبارک باد کی مستحق تو ہے ہی، تاہم دوستی یا محض اپنے ہی ادارے کے رسمی مقالات کی اشاعت سے اجتناب برتنا بھی ایک اعزاز کی بات ہے۔ البتہ ایک دو تبصرے مجلّے کے مزاج سے مناسبت نہیں رکھتے۔ مجموعی طور پر اس نئے تحقیقی مجلّے کے طلوع کا استقبال کیا جانا چاہیے۔ (س-م-خ)

یادوں کی تسبیح قاضی عبدالقادر۔ ناشر: مکتبہ الہدیٰ، ڈبائی منزل، ۵۷۷-اے، بلاک جے، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ صفحات: ۳۸۲۔ قیمت (مجلد): ۴۰۰ روپے۔

ٹالسٹائی نے کہا تھا کہ: ہر انسان کی زندگی ایک دل چسپ داستان کی حامل ہوتی ہے، مگر اسے بیان کا سلیقہ خال خال لوگوں کو نصیب ہوتا ہے ـــــ کہا جاسکتا ہے کہ قاضی عبدالقادر کی داستانِ حیات دل چسپ بھی ہے اور انھوں نے اسے سلیقہ مندی سے پیش کیا ہے۔

زندگی ایک قیمتی چیز ہے اور اللہ کا انعام بھی۔ جن خوش قسمت لوگوں نے اسے اللہ کی رضا میں لگایا، ان میں سے بہت کم لوگوں نے اپنی یادداشتوں کو محفوظ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ قاضی عبدالقادر نے اس مشکل راستے پر چلنے کا چیلنج قبول کیا، اور مضبوط یادداشت، بیدار ذہن، باریک بین نگاہ اور شگفتہ اسلوبِ نگارش کی صفات کے ساتھ، مہ و سال زندگی کا یہ دبستان قلم بند کر دیا۔

اوائل میں وہ اسلامی جمعیت طلبہ اور عملی زندگی میں جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کے دست و بازو بنے۔ ان تینوں تنظیموں میں باہمی تعلقات، واقعات و حوادث، جدوجہد اور عزم و ہمت کے مراحل کو اس انداز سے لکھا ہے کہ اس حکایت لذیذ نے ایک دل چسپ ناول کا سا روپ اختیار کرلیا ہے۔ اس بزم میں تحریک اور تاریخ کے بہت سارے معاصر کرداروں کو اپنی فکر اور عمل کے ساتھ چلتے دیکھا جاسکتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بظاہر یہ ایک فرد کی شخصی زندگی پر مشتمل خود نوشت گواہی ہے، مگر اس آئینے میں ان اسلامی تحریکات کے کارکنان: ہمت، تاریخ، عبرت اور کامیابی کے گوناگوں رنگوں کے، پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔

مصنف کی رائے ہے کہ: ''تحریکوں کا دورِ اول بہت تابناک ہوتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے، یہ تابنا کی ماند پڑنے لگ جاتی ہے، اور کبھی حالت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ع تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا'' (ص ۳۲۲)۔ یہ تبصرہ دینی، سیاسی، اصلاحی تحریکوں کے لیے غور وفکر کا پیغام لیے ہوئے ہے، اور تاریخ کا مطالعہ دراصل ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس کے آئینے میں بہتری کی جستجو کی جاسکے۔(س-م-خ)

تعارف کتب

$ گفتار مودودی مرتبہ: اختر حجازی۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۲۱۵۔ قیمت: ۱۳۰ روپے۔ [مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ۱۴ نومبر ۱۹۶۷ء سے ۱۴ اگست ۱۹۶۸ء کے دوران بالخصوص مغربی پاکستان کے دورے میں جماعت اسلامی کے اجتماعات میں جو تقاریر کیں، یہ ان تقاریر کی رپورٹنگ پر مشتمل ہے۔ ان تقاریر کو ایشیا اور آئین سے اخذ کیا گیا ہے۔ تقاریر میں مولانا مودودی نے دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی طرف توجہ دلائی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے کتاب کا نام موزوں معلوم نہیں ہوتا۔]

$ آسان میراث، مولانا محمد عثمان نووی والا۔ ناشر: بیت العلم ٹرسٹ، ST-9E، بلاک ۸، گلشن اقبال، کراچی-۷۵۳۰۰۔ صفحات: ۱۲۲۔ قیمت: ۷۰ روپے۔ [میراث کے مشکل مسائل اگرچہ مصنف نے اپنی دانست میں آسان کر کے بیان کر دیے ہیں۔ بایں ہمہ عام آدمی کے لیے اب بھی انھیں سمجھنا مشکل ہے۔ دینی مدارس کے طلبہ کے لیے بقول مصنف: ایک 'نایاب تحفہ'۔]

$ دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات، خالد رحمن، معاونت: سید متقین الرحمن، اکرام الحق۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، بلاک ۱۹، مرکز F/7، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۴۱۔ قیمت: ۳۷۵۔ [پاکستان کے مختلف دینی مدارس کے متعلقین کے سامنے انسٹی ٹیوٹ نے وہ سوالات رکھے جنھیں دینی مدارس کی فکر، انتظام، حکمت عملی اور نئے تجربات کے بارے میں لوگ جاننا چاہتے ہیں۔ ان جوابات کو زیرتعارف کتاب میں یک جا کیا گیا ہے۔]

$ اراکان (باشندے، سرزمین، تاریخ) سیف اللہ خالد۔ ناشر: ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (وامی) پوسٹ بکس نمبر ۹۱۰۴ دمام، سعودی عرب۔ ملنے کا پتا: حسان خالد، پی او بکس ۵۹۱، کراچی-۷۴۲۰۰۔ صفحات: ۴۷۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ [برما کی شمال مغربی ریاست اراکان جو کبھی روہنگیا مسلمانوں کی آزاد مسلم ریاست تھی، گذشتہ نصف صدی سے فوجی آمریت کے ہاتھوں مظلوم مسلمانوں کا زندان و مقتل بنی ہوئی ہے اور دنیا اس کی حقیقت سے پوری طرح باخبر نہیں۔ مسلمانوں کی نصف سے زائد آبادی ہجرت پر مجبور ہو چکی ہے۔ کتابچہ اراکان کے جغرافیائی احوال، تاریخی پس منظر، روہنگیا مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، حکومتی مظالم و جبر بالخصوص